رسول اکرم ﷺ کا اصل جہاد نصیحت کا جہاد ہے

حضرت مسیح موعودؑ کی نفس امارہ کے خلاف جہاد کی عظیم تعلیم

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ /اکتوبر ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

خدا تعالیٰ جن بندوں کو مبعوث فرماتا ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح کریں وہ اس اصلاح کے کام کو مختلف رنگ میں سرانجام دیتے ہیں اور دو پہلوؤں سے نمایاں طور پر ان کے اصلاحی کام دو مختلف جہتوں سے الگ الگ اور ممتاز دکھائی دیتے ہیں۔ دونوں ہی جہاد ہیں مگر جہاد کی دو الگ الگ قسمیں ہیں۔ ایک اصلاحی کام تو غیروں سے مخاطب ہو کر کیا جاتا ہے اور اسے مجادلہ بھی کہتے ہیں یعنی جب غیر اپنی قوت بازو سے خدا کے پیغام کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے اور طرح طرح کے حملے اس سچائی پر کرتا ہے تو جو جوابی کارروائی خدا کے مبعوث بندوں کی طرف سے کی جاتی ہے اسے ہم مجادلہ کہتے ہیں۔ غیروں کے ساتھ اور جہاد بھی اسی کا نام ہے۔ لیکن جہاد کی ایک قسم ہے عرف عام میں جہاد کو انہی معنوں میں محدود سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ جہاد کی محض ایک قسم ہے۔

دوسرا اصلاح کا ذریعہ نیک نصیحتیں ہیں اس میں غیر بھی مخاطب ہوتے ہیں اور اپنے بھی اور زیادہ تر ان کا رُخ اپنوں کی طرف ہوتا ہے۔ پس یہ دو نمایاں پہلو ہیں، دو الگ الگ دکھائی دینے والے میدان ہیں جن میں انبیاء اپنی پوری کوششیں صرف کر دیتے ہیں اور یہ دونوں ہی جہاد کی قسمیں ہیں۔

جہاں تک جہاد کی پہلی قسم کا تعلق ہے میں نے جو تاریخ انبیاء کا جائزہ لیا ہے تو بڑی نمایاں طور پر یہ حقیقت میرے سامنے آئی کہ انبیاء پر سب سے زیادہ حملے پہلی قسم کے جہاد کے میدان میں

ہوتے ہیں یعنی مراد میری یہ نہیں کہ جب وہ مجاہدہ کر رہے ہوتے ہیں یا مجادلہ کر رہے ہوتے ہیں اس وقت دشمن ان پر حملے کرتا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ جب یہ دور ختم ہو جاتے ہیں تو بعد میں آنے والی نسلیں بھی دیر تک بلکہ نسلاً بعد نسلٍ خدا کے ان مرسل بندوں کے جہاد پر حملے کرتی ہیں اور ان کے کردار کو ایک خشونت کا کردار بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں اور انہیں جبر کا مدعی بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں اور انہیں اس طرح دنیا کے سامنے ظاہر کرتی ہیں کہ جیسے وہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو اپنے زور بازو کے ساتھ اور قوت شمشیر سے دنیا میں غالب کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اسی قسم کا اعتراض ان کے اس مجادلے پر بھی اطلاق پاتا ہے جو مجادلہ زبان کا مجادلہ ہوتا ہے، کلام کا مجادلہ ہوتا ہے۔ اس میں منطق اور دلائل کی رو سے اور انبیاء گزشتہ کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے اور ان کے کلام کو سامنے رکھتے ہوئے دشمن سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ یہ مجادلہ ایک پہلو سے مناظرہ بھی کہلاتا ہے اور کبھی یہ مباہلے کا بھی رنگ اختیار کر جاتا ہے۔ چنانچہ جب خدا کے مرسل بندے مناظروں اور مباہلوں میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ اسی قسم کا جہاد ہے جیسے قتال کے میدان میں جہاد کیا جاتا ہے اور اس جہاد کا اس دوسرے جہاد سے ایک نمایاں فرق ہے جو خالصۃً نصیحت کا جہاد ہے۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی پر آپ غور کر کے دیکھیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بیک وقت یہ دونوں جہاد سرانجام دیئے اور سب سے زیادہ حملہ دشمن کی طرف سے آپ کے اس جہاد پر ہوا ہے جو غیروں کے ساتھ قتال کی صورت اختیار کر گیا اور دیکھنے والوں نے اور مؤرخین نے آپ کی ذات اقدس پر جتنے حملے کئے وہ اس جہاد کے میدان میں کئے ہیں اور دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا آپؐ جبر کے قائل تھے، آپؐ زور شمشیر سے اپنے پیغام کو پھیلانے کے حق میں تھے اور جو کچھ بھی فتوحات آپؐ نے حاصل کیں وہ جبر کی قوت سے حاصل کی ہیں۔ یہی مضمون مناظرے اور مباہلے کے جہاد پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر بھی جتنے حملے ہوئے ہیں ان کی بھاری تعداد، ان کی بھاری اکثریت اس جہاد سے تعلق رکھتی ہے جو آپ نے مناظروں اور مباہلوں کی صورت میں غیروں سے کیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوپر حملے کرنے والی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھیں اکثر آپ کی ان تحریروں پر اعتراضات ملیں گے جو آپ نے اس مجاہدے کے دوران یعنی مناظرے کے دوران اور مباہلے کے دوران دشمن

کے مقابل پر لکھیں اور وہاں آپ پر خشونت کا، سختی کا، سخت کلامی کا اور کئی جگہ نہایت بداخلاقی کے الزام لگائے گئے ہیں۔ پس یہ دونوں قسم کے الزام دراصل ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ وہ انبیاء جن کو خدا نے تلوار سے اپنے دفاع کی اجازت دی اس لئے کہ تلوار سے ان پر حملے ہو رہے تھے انہوں نے جب تلوار سے جواب دیا تو بعد میں آنے والے دشمنان نے وہ پہلو نظر انداز کر دیا جسے دشمن نے اختیار کیا تھا اور اس میں پہل کی تھی۔ دشمن کی زیادتیاں سب بھلا دیں۔ تاریخ کا وہ حصہ جس میں سراسر دشمن ظلم کرتا ہوا اور تعدی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس پر اس طرح ہاتھ رکھ دیا گویا وہ تاریخ کا باب ہی کوئی نہیں اور صرف ان صفحات کو اُبھارا ہے جن پر انبیاء کی جوابی کارروائی درج ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جارہا ہے۔ آپ کے مناظروں کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے جب دشمن کی سختیوں کے جواب میں آپ سختی کرتے ہیں، جب دشمن کے حملوں کے جواب میں آپ بعض قسم کی حکمت عملی سے کام لیتے ہیں تو وہی دشمن پھر اس پہلو پر بھی حملہ آور ہوتا ہے اور اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار کو داغدار کر کے دنیا کے سامنے دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دفاع میں جماعت احمدیہ جو عالمی جہاد کر رہی ہے اس کا بڑا حصہ اسی میدان سے تعلق رکھتا ہے۔ سلمان رشدی نے جو کچھ گند اُچھالا ہے یا اس سے پہلے دوسرے مستشرقین جو گند اچھالتے رہے ہیں ان میں نمایاں پہلو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے کردار پر جبر کے الزام سے تعلق رکھتا ہے اور کس طرح آپؐ نے خونریزی سے کام لیا اور کس طرح آپؐ نے دشمنوں کو اپنی قوت بازو سے ذلیل و رسوا کر دیا اور پھر فتوحات کے بعد بہت سی ان کے نزدیک انتقامی کارروائیاں کیں۔ بعض ان کے نزدیک ایسے غزوے بھی آپ کے ہوئے جن میں بظاہر دشمن کی طرف سے پہل نہیں تھی اور آپؐ نے دشمن کے مقابل پر بڑی شدت اختیار کی۔ غزوہ خیبر ہے، اسی طرح مدینے میں یہود کے ایک قبیلے کو سزا دینے کا معاملہ ہے، یہ سارے معاملات وہ ہیں جو اسی میدان جہاد سے تعلق رکھتے ہیں جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جس پر بعد ازاں دشمن مسلسل حملہ کرتا چلا جاتا ہے اور وہ جہاد ایک نئی شکل میں بعد میں جاری ہو جاتا ہے۔ انبیاء کی جماعتیں پھر اس دفاع میں مصروف ہوتی ہیں اور دشمن کے ہر حملے کو غلط اور بے معنی اور بے حقیقت دکھانے میں

مصروف ہو جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی بڑی شدت کے ساتھ یہ جہاد کیا تھا اور آپ پر جو حملے ہوئے وہ بھی اسی جہاد پر ہوئے ہیں۔ اس مضمون کو آپ آنحضرت ﷺ کے جہاد کے تعلق سے ملا کر دیکھیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک عجیب کردار نظر کے سامنے اُبھرتا ہے۔ آپ پر جتنے حملے ہوئے وہ اپنے آقا کے جہاد کے دفاع کے میدان میں ہوئے ہیں اور سب سے زیادہ سخت حملے بدقسمتی سے خود مسلمان علماء نے آپ پر کئے۔ چنانچہ اس کی مثال ایک یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو آج دنیا میں حضرت مسیحؑ کی ہتک کرنے والے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور عیسائی ممالک میں خصوصیت کے ساتھ، بکثرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ اقتباسات پھیلائے جا رہے ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اُن کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر بڑے سخت حملے کئے ہیں اور آپ کو ایک **نعوذ باللہ من ذالک** ایک بدکردار انسان کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

یہ وہ میدان جہاد ہے جس کے متعلق کچھ روشنی ڈالنی ضروری ہے اور ایک فرق کر کے دکھانا ضروری ہے تا کہ جب بھی جماعت احمدیہ کو خصوصاً مغرب میں ایسے معاملات سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے کونسی حکمت عملی استعمال فرمائی، کیوں سختی کی اور اس سختی کی بنیاد کیا ہے؟ بنیاد وہی ہے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ عیسائی دنیا جب آنحضرت ﷺ کے جہاد پر حملہ آور ہوتی تھی اور اس کے علاوہ آپ کے ذاتی کردار پر حملہ آور ہوتی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے یہ بات برداشت کرنا کسی طرح ممکن نہیں تھی۔ ایسی شدید محبت تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات سے کہ آپؐ کی محبت میں آپ فنا تھے۔ اس کے مقابل پر کوئی دوسری چیز آپ کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ پس کیسے ممکن تھا کہ ایسے گندے اور شدید حملے دشمن کی طرف سے مسلسل کئے جاتے رہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خاموش رہیں۔

یہ وہ دور ہے جبکہ برطانوی حکومت کا تقریباً تمام دنیا پر راج تھا یعنی اس حد تک دنیا پر راج تھا کہ ان کا سورج دنیا پر غروب نہیں ہوتا تھا۔ دنیا کا کوئی نہ کوئی حصہ ایسا ضرور تھا جس کے طول وعرض

میں جہاں برطانیہ کی حکومت کا عمل دخل تھا اور ایسے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہاد کا ذرا نقشہ ذہن میں جما کر دیکھیں۔ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے جو نہ صرف غلام ملک تھا بلکہ بالکل دنیا کے ممالک میں ایک بے طاقت اور بے حیثیت ملک بن چکا تھا۔ جہاں مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ آئے دن پنجاب میں مثلاً وہ سکھ جو اس دور میں مطلق العنان چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا بیٹھے تھے اور آپس میں بھی لڑتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف بھی نبرد آزما تھے وہ مسلمانوں پر اس قدر شدید مظالم کر رہے تھے کہ ان کے دفاع میں کوئی ان کی طرف سے لڑنے والا نہیں تھا، کوئی ان کو امن دینے والا نہیں تھا، کوئی ان کی بات سننے والا نہیں تھا اور نہایت ہی مفلوک الحال زندگی بسر کر رہے تھے۔ دوسری طرف ہندوستان میں انگریز نے چونکہ قبضہ کر لیا تھا اس لئے ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابل پر اُٹھا رہا تھا اور ہندو بھی بہتر حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے انگریزی تعلیم میں ترقی کر رہے تھے۔ انگریزوں کے ساتھ اس زمانے میں بکثرت ہاں سے ہاں ملاتے ہوئے ان کی حکومت میں ان کے مددگار بن رہے تھے۔ چنانچہ تعلیم کے تمام میدانوں میں مسلمان پیچھے رہ گئے اور ہندو آگے نکل گئے اور اس کے نتیجے میں انگریزوں نے اپنی حکومت چلانے کے لئے جو ہندوستانی کارندے استعمال کئے ان پر ہندوؤں کی بڑی بھاری اکثریت تھی۔ ایسی حالت میں آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کیا کہ مجھے خدا نے عیسائیت کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دفاع کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ کیسی کس مپرسی کی حالت ہے۔ ہندوستان جیسے مغلوب ملک میں ایک ایسی قوم سے تعلق رکھنے والا شخص جو خود اس ملک کے اندر بھی مغلوب ہو چکی ہو اور پھر ایسے علاقے میں پیدا ہوا ہو جہاں چاروں طرف جبر کی ایسی حکومت ہو کہ وہاں مسلمانوں کو دم مارنے کی اجازت نہ ہو کام یہ سپرد ہو گیا کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقتور حکومت کے مذہب کے خلاف تم نے جہاد کرنا ہے اور جہاد بھی ایسی قوم سے کرنا تھا جو آنحضرت ﷺ پر حملوں میں نہایت درجہ بے رحم اور ظالم تھی اور ایسے سفاکانہ حملے تھے کہ کوئی مومن جو آنحضرت ﷺ سے معمولی محبت بھی رکھتا ہو وہ بھی ان حملوں کو برداشت نہیں کر سکتا لیکن پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل جو ہمیشہ عشق میں پگھلا ہوا ایک سمندر بنا رہتا تھا آپ کے لئے اندازہ کریں کہ کتنی مشکل درپیش ہوگی۔

ایسے موقع پر آپ نے ایک ایسی عظیم الشان حکمت عملی سے کام لیا ہے کہ بعد میں آنے والا

مؤرخ اس کو حیرت سے دیکھے گا اور میدان جنگ کے کارناموں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکمت عملی کو اتنے عظیم الشان خراج تحسین پیش کئے جائیں گے آئندہ دنیا میں کہ مجادلے اور مناظرے کے میدان میں اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہوگی۔

اب دیکھئے سب سے پہلی حکمت عملی آپ نے یہ اختیار فرمائی کہ انگریز کی حکومت کو عیسائیت سے الگ اور ممتاز کر کے دکھا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں تک عیسائیت کا تعلق ہے یہ دجل خالص ہے دھوکہ اور فساد ہے، ظلم ہی ظلم ہے، اندھا مذہب ہے، اس میں کوئی جان نہیں، کوئی حقیقت نہیں، خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے، خدا ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ اس قدر شان کے ساتھ اسلام کو عیسائیت کے مقابل پر پیش کیا اور اس قوت کے ساتھ عیسائیت کے دجل والے پہلو پہ حملے کئے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ انگریزی حکومت کے متعلق فرمایا یہ امن کی علمبردار ہے، یہ انصاف پر قائم ہے اور انصاف کو قائم کرنے والی حکومت ہے۔ اس نے مسلمانوں کو دوبارہ وہ حقوق عطا کر دیئے ہیں جو ایک لمبے عرصے سے مسلمانوں سے چھینے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریزوں کی جہاں بھی تعریف کی اس پہلو سے کی اور اس مجادلے میں جب آپ ان دونوں چیزوں کا موازنہ کرتے ہیں تو آپ حیران رہ جاتے ہیں یہ دیکھ کر کہ تعریف ان باتوں کی کی جو حق تھیں اور کہیں بھی چاپلوسی سے کام نہیں لیا۔

ملکہ وکٹوریہ کو اس زمانے میں دنیا میں یہ شہرت حاصل تھی اور انگلستان کے تمام حکمرانوں میں اسے ہمیشہ یہ امتیاز حاصل رہے گا کہ وہ ایک رحم دل، مشفق ملکہ تھی جو انصاف پر قائم تھی اور مظلوموں کی مدد کرنے والی تھی اور مظلوموں کے لئے ہمدردی رکھتی تھی اور مذہبی معاملے میں خصوصیت کے ساتھ اس نے انصاف کو قائم کیا اور مسلمانوں اور عیسائیوں سے معاملہ کرنے میں کوئی تفریق نہیں کی۔

یہ وہ پہلو ہیں جن کے متعلق دنیا کا ہر مؤرخ ہمیشہ یہی گواہی دیتا چلا جائے گا اور کوئی متعصب سے متعصب انسان بھی ملکہ وکٹوریہ پر یہ داغ نہیں لگا سکتا کہ اس نے انصاف کا دامن چھوڑا ہو یا اس نے مسلمانوں اور عیسائیوں میں اس پہلو سے تفریق کی ہو کہ اس کا مذہب اور ہے اور اس کا مذہب اور ہے۔ یہاں تک ملکہ وکٹوریہ پر بعض عیسائیوں نے یہ الزام تو لگائے کہ یہ مسلمان ہو رہی ہے

اندر اندر اور مولوی عبدالکریم نامی ایک شخص سے قرآن کریم پڑھتی ہے اور اسلامی تعلیم پڑھتی ہے اور اس کا دل بیچ میں سے مسلمان ہو رہا ہے لیکن یہ الزام کبھی کسی نے نہیں لگایا کہ یہ مسلمانوں کی دشمن ہے اور بطور خاص عیسائیت کے مقابل پر مسلمانوں کو کچلنا چاہتی ہے۔ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ تعریف کرنا کہ یہ حکومت امن کی علمبردار ہے، انصاف کی علمبردار ہے اس نے مسلمانوں کو وہ حقوق دے دیئے کہ اس حکومت کے سائے کے نیچے رہتے ہوئے پھر بھی یہ اسلام کا دفاع کرے۔ اس پہلو سے آپ نے ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کو خدا کا سایہ قرار دیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کا سایہ انہیں باتوں سے تو پہچانا جاتا ہے۔ بدامنی تو خدا کا سایہ نہیں ہوسکتی، ظلم اور تعدی تو خدا کا سایہ نہیں کہلا سکتی، نا انصاف کو کون خدا کا سایہ کہتا ہے؟ خدا کے سائے اُس کی صفات سے پہچانے جاتے ہیں اور خدا کی صفات جس انسان میں بھی ظاہر ہوں وہ خدا کے سائے کے طور پر ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں جہاں ملکہ وکٹوریہ کو خدا کا سایہ رکھنے والی ملکہ قرار دیا وہاں یہ تشریح فرمائی کہ کیوں یہ خدا کا سایہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ انصاف کی علمبردار ہے، یہ مسلمانوں سے حسن سلوک کرنے والی ہے، اپنے ملک میں مسلمانوں کو عیسائیت کے خلاف جہاد کرنے کی اجازت دینے والی ہے اور ہر طرح سے غریب پروری کرنے والی اور مظلوموں کی ہمدرد ہے۔ یہی صفات ہیں جو خدا کا سایہ کہلاتی ہیں اور بھی خدا کی بہت سی سائے ہیں لیکن اس پہلو سے یقیناً ملکہ وکٹوریہ کی ذات میں بعض اعلیٰ صفات تھیں۔ جب وہ اس سلطنت میں جاری ہوئیں تو خدا کے سائے کے طور پر جاری تھیں۔

مسلمان علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو حملے کئے ہیں وہ اسی جگہ کئے ہیں، انہی امور پر کئے ہیں جہاں آپ اسلام کے حق میں جہاد کر رہے تھے اور آنحضرت ﷺ کا دفاع کر رہے تھے۔ اس مضمون میں آگے بڑھ کر آپ دیکھیں کہ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلسل عیسائیت سے نبرد آزما رہے اور عیسائیت کے متعلق کسی ایک جگہ بھی آپ نے یہ نہیں کہا کہ عیسائی قوم کی موجودہ حالت خدا کا سایہ ہے بلکہ اسے دجل کہا۔ فرمایا حضرت رسول اکرم ﷺ نے جس دجال کی پیش خبریاں کی تھیں وہ اسی عیسائیت کے متعلق پیشگوئیاں تھیں جو آج عیسائیت کے عروج کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ پس کیسی عظیم الشان حکمت عملی تھی کہ

ایک ایسی حکومت کے سائے تلے جس کا ایک خاص مذہب تھا اس کو ناراض کئے بغیر اس کے مذہب پر شدید حملے کئے اور اسلام کا دفاع اس کے سائے میں اس طرح کیا کہ اس کو کوئی عذر نہ دیا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسلام کے دفاع کی راہ میں حائل ہو سکے۔ یہ عظیم الشان Strategy ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اور زیادہ نمایاں اور روشن ہوتی چلی جائے گی۔ اب اسی پہلو سے آنحضرت ﷺ کی غیرت کے تقاضے کے طور پر آپ نے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات پر حملہ نہیں کیا لیکن اس تصور پر ضرور حملہ کیا ہے جس تصور کی خود عیسائی عبادت کرتے تھے اور یہ بھی ایک ایسی عظیم الشان اور باریک فرق ہے جس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں بہت سے مسلمان علماء خود بھی مشتعل ہوئے اور آج عیسائی دنیا کو احمدیت کے خلاف مشتعل کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت مسیحؑ کے تصور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ **ایک وہ تصور جو قرآن کریم پیش فرماتا ہے اور اس کی اتنی تعریف کی کہ اس سے زیادہ تعریف آپ کے لئے حقائق کے اندر رہتے ہوئے ممکن ہی نہیں تھی اور اس پہلو سے آپ نے اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دیا** اور مسیحیت کے سچے تصور کی ایسی عظیم الشان آپ نے تفسیر فرمائی ہے کہ جب آپ اس کو پڑھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پہلی دفعہ مسیحیت کی عظمت کا تصور انسان کے دل پر قائم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسیحیت کی روح ہے جو نہ صرف ایک دفعہ ظاہر ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کی ذات میں جو رحمت عالم جاری ہوئی ہے اس میں بھی مسیحیت کی روح کی دعاؤں اور التجاؤں کا دخل تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں بھی اسی روح کی دعاؤں اور التجاؤں کا نتیجہ ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آئندہ بھی یہ روح اپنے جلوے دکھاتی رہے گی اور وہ مسیح جس کو قرآن کریم نے بیان فرمایا اس کا ایسا ادب آپ کی تحریروں میں پایا جاتا ہے ایسی اس سے محبت پائی جاتی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسا گہرا فطری اور روحانی تعلق آپ کی ذات کو تھا کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس پہلو سے آپ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ پس وہ شخص جو مسیحؑ کا ایسا احترام دل میں رکھتا ہو اور مسیحیت کی معرفت ایسی رکھتا ہو کہ اس سے پہلے کبھی مسیحیت کی حقیقت پر کسی نے ایسی روشنی نہ ڈالی ہو۔ جو شخص یہ کہتا ہو کہ میں اس کا مثیل ہوں وہ اس کی ذات پر گندے حملے کیسے کر سکتا ہے۔ ان بیوقوفوں کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ آپ نے جس بات پہ حملہ کیا وہ بالکل اور چیز تھی۔ جب حضرت

رسول اکرم ﷺ کی ذات پر عیسائی پادری حملے کرتے تھے اور نہایت گندے حملے کرتے اور نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے تھے تو اپنے دکھ کو دور کرنے کے لئے آپ نے یہ حکمت عملی استعمال فرمائی۔ آپ نے فرمایا وہ مسیح جو قرآن کا مسیح ہے جو حقیقت کا مسیح ہے وہ ان تمام عیبوں سے پاک تھا جو تم اس کے متعلق بیان کرتے ہو مگر تمہاری بائیبل تمہارے اپنے بیانات، تمہارے اپنے مؤرخین اس مسیح کے اندر یہ بداخلاقیاں پاتے ہیں اور ان کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک درست نہیں ہے۔ جن کا قرآن کریم نے ذکر نہیں فرمایا لیکن تمہاری اپنی کتابیں اس یسوع کو جس کی تم پوجا کرتے ہو، جس کا کوئی حقیقی وجود نہیں کیونکہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس فرضی یسوع کو جس کی تم پوجا کرتے ہو خود اپنی تحریروں میں جس طرح دکھا رہے ہو وہ تو ایک عام انسان کے اخلاق میں بھی اگر پائی جائیں وہ باتیں تو وہ اخلاق مجروح ہو جاتے ہیں۔ ایک انسان کو حق ہو جاتا ہے کہ ان پر طعن کرے تو اس تصویر کو کیوں تم نہیں سمجھتے جو تم نے خود مسیح کی بنا رکھی ہے۔ یہ تصویر خود داغ دار ہے اور اس تصویر کے ہوتے ہوئے تمہیں کیا حق ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں حملہ آور ہوں۔ آپ کی شان میں زبان گستاخی دراز کرو۔ یہ وہ مضمون تھا جس کی بہت بڑی تفصیل ہے لیکن میں نے خلاصۃً آپ کے سامنے رکھا ہے کہ یہ حکمت عملی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہ آپ نے مسیح کی ذات پر حملہ نہیں کیا۔ یسوع جس کو وہ خدا کا بیٹا کہتے تھے جس کا کوئی وجود نہیں تھا اس کے اس پہلو پر اس کی شخصیت کے اس پہلو پر حملہ کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک ایک فرضی پہلو تھا لیکن مدمقابل کے ایمان میں وہ ایک حقیقت تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اپنے عقائد کے مطابق، اپنے ایمان کے مطابق جس شخص کی تم عبادت کرتے ہو وہ ان نقائص سے پاک نہیں تھا اور اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ کرنے کی جرأت کرتے ہو۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں پھر مسلمان علماء نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر حملے کئے۔ اب آپ اکثر کتابیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شدید گالیاں دی جاتی ہیں آپ کی ذات پر گند اچھالا جاتا ہے پڑھ کر دیکھیں آج کل بھی ایسا لٹریچر کثرت سے پاکستان میں بھی تقسیم ہو رہا ہے اور مغربی دنیا میں بھی تقسیم ہو رہا ہے آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے کہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی فرمائی ہے عیسائیوں کے مقابل پر وہاں ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی

ذات اقدس کے دفاع میں سختی فرمائی ہے اور یہ ظالم اس پر بھی حملہ کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ کا جو مناظرے کا کلام غیر احمدی علماء سے ہے اس میں سے بہت سے اقتباسات پیش کر کے لوگوں کو آپ کے متعلق بدظن کیا جاتا ہے کہ آپ نے غلیظ زبان استعمال کی، آپ نے گالیاں دیں، آپ نے علماء کی شان میں یہ یہ گستاخیاں کیں ان کے قول کے مطابق وہ ساری آپ تحریرات پڑھ کے دیکھیں تو یہ اسی قسم کا حملہ دکھائی دے گا جیسے آج مغربی دنیا آنحضرت ﷺ کے قتال والے جہاد پر کرتی ہے کہ دیکھو انہوں نے جہاد میں ایسی ایسی سختیاں کیں۔ وہ تیرہ سال مکّے کی مظلومیت بھول جاتے ہیں جن میں مسلسل یکطرفہ حملے ہوتے چلے گئے اور اتنے شدید مظالم ہوئے کہ آج بھی ان مظالم کو پڑھتے ہوئے انسان کا دل خون ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کے حال کو چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی پڑھتے ہوئے دل کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے وہ تاریخ بنائی تھی، جنہوں نے وہ مظلومیت کی داستانیں اپنے خون سے تحریر کی تھیں، جو ان ظلم کے تجربوں میں سے ہو کر گزرے تھے۔ اس سارے زمانے کو بھلا کر جب بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دفاع کی اجازت دی اس وقت کے دفاع پر یہ لوگ پھر حملے کرنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بعد جو مسلسل سلوک آپ سے آپ کے منکروں نے کیا اور جس قسم کے ظالمانہ حملے آپ کی ذات پر کئے گئے وہ ایک لمبی تاریخ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مثال کے طور پر غیر احمدی علماء کے پیچھے مکذبین اور مکفرین کے پیچھے احمدیوں کو نماز پڑھنے سے منع فرمایا وہاں آپ نے مختصراً اس کا ذکر فرمایا ہے۔ اتنے سال ہو گئے ہیں تیرہ یا جتنے سال بھی گزرے مجھے اس وقت صحیح یاد نہیں لیکن ایک لمبی مدت تھی مسلسل یہ لوگ میری ذات پر حملے کرتے چلے جاتے ہیں اور میری تکفیر کرتے چلے جاتے ہیں اور میں صبر سے اس کو برداشت کرتا آیا ہوں لیکن میرا ایک مقام ہے جو میں نے اپنا نہیں بنایا میرے خدا نے بنایا ہے اور وہ وقت کے امام کا مقام ہے۔ وقت کے امام پر حملہ کرتے چلے جانا اور مسلسل کلیۃً شرم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جھوٹ اور فریب سے کام لیتے ہوئے اس کو اپنے مظالم کا نشانہ بناتے چلے جانا ایک لمبے عرصے تک میں نے برداشت کیا لیکن اب میں خدا کی ہدایت کے تابع یہ اعلان کرتا ہوں۔ ان مفکرین اور مکذبین کے پیچھے جنہوں نے خدا کے بنائے ہوئے امام کا انکار کر دیا ہے تمہاری نمازیں

اب جائز نہیں رہیں۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا کے بنائے ہوئے امام ہیں اور مجھے خدا نے امام بنایا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ جو دنیا کے بنائے ہوئے امام ہوں وہ خدا کے بنائے ہوئے امام کا انکار کرنے کی تو جرأت کرتے ہوں لیکن وہ جو خدا کے بنائے ہوئے امام کو تسلیم کر چکے ہوں اس پر ایمان لے آئے ہوں وہ ان کے پیچھے پھر بھی اپنی نمازیں پڑھیں اور ان کو اپنا امام تسلیم کرتے چلے جائیں۔ یہ موازنہ آپ نے کر کے دکھایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عقل کے خلاف بات ہے، غیرت کے خلاف بات ہے، ایمانی تقاضوں کے خلاف بات ہے کہ دنیا کے امام تو خدا کے بنائے ہوئے امام پر حملے کریں اور اس کو ردّ کر دیں اور اس امام کے ماننے والے ان کو ردّ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں اور ان کو اپنا امام تسلیم کرنے سے انکار نہ کر سکیں۔ یہ ہے اصل مضمون جس کو سمجھنے کے بعد نمازیں نہ پڑھنے کا مسئلہ اور بعض دیگر اسی قسم کے مسائل سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اب اس سارے پس منظر کو ایک طرف رکھتے ہوئے بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ دور جو جہاد کا تھا وہ تو گزر گیا لیکن اب ایک اور شروع ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جہاد اور اس جوابی کاروائی پر حملہ شروع ہو گیا۔ پس انبیاء جب بھی غیروں سے جہاد کرتے ہیں ان کے جہاد پر بھی حملے ہوا کرتے ہیں اور خدا پھر ایسے بندے پیدا کرتا چلا جاتا ہے جو ان حملوں کے جواب دیتے ہیں۔

آج جماعت احمدیہ کے اوپر دو ذمہ داریاں ہیں۔ اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے جہاد پر جو حملے کئے گئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متابعت میں مسلسل ان حملوں کے جواب دینے پر ہم مستعد رہیں۔ جہاں دنیا میں کوئی سلمان رشدی پیدا ہو وہاں ہزاروں مسیح موعودؑ کے غلام ایسے کھڑے ہو جائیں جو اس کے حملوں کو رد کریں اور اسلام کے دفاع میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دفاع میں اپنی تمام قوتوں کو بروئے کار لے آئیں اور کلیۃً ان حملوں کو کچل کے اور ناکام اور نامراد بنا کر دکھا دیں۔

دوسرا پہلو ہماری ذمہ داری کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آقا کی محبت میں جو دفاعی کارروائیاں کیں اور پھر ان کارروائیوں کو حملوں کا نشانہ بنایا گیا ان کے دفاع میں بھی ہم مستعد ہو جائیں اور ہمیشہ جس طرح کہ قرآن کریم فرماتا ہے سرحدوں پر اپنے گھوڑے باندھے رکھو۔ جہاں حملہ ہو وہیں اس حملے کا جواب دیں اور آج بڑی شدت کے ساتھ ان دونوں

پہلوؤں سے احمدیوں کو دفاع کی ضرورت ہے اور دفاع پر تیار ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کرتے ہوئے خوب غور سے دیکھیں کہ وہ حکمت عملی کیا تھی جس کے تابع آپ نے غیروں سے مقابلے کئے ہیں اور کیوں ان پر سختیاں کی اور اس سختی کے اندر کون سی حکمتیں پوشیدہ ہیں اور اس کے ساتھ اس لٹریچر کا بھی مطالعہ کریں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں ذکر ملتا ہے یا اس سے آشنا ضرور ہوں جس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی قدر سختی سے کام لیا۔ اسی طرح جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسلام کے متعلق تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا دفاع عظیم الشان کر دیا ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا وہ حصہ پڑھ لیں تو کوئی غیر اسلامی طاقت آپ پر غالب نہیں آ سکتی۔ ایسا خزانہ ہمارے سپرد کر دیا ہے آپ نے علموں کا کہ جس علمی خزانے کے بعد آپ کو کسی اور خزانے کی تلاش نہیں رہے گی اسی پر آپ عبور حاصل کر لیں تو آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کے دفاع کے لئے ایک عظیم الشان عالم بن کر ابھریں گے۔ آپ کی شخصیت میں ایک حیرت انگیز علمی جلا پیدا ہو جائے گی۔

پس وہ پہلو بھی پیش نظر رکھیں اور احمدیت کے دفاع کا یہ پہلو بھی پیش نظر رکھیں۔ ان باریک باتوں کو سمجھیں **الحرب خدعة** (بخاری کتاب الجہاد والسیر حدیث نمبر: ۳۰۳۰) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حد تک خدعہ سے کام لیا ہے جس **خدعہ** کی اسلام اجازت بلکہ تعلیم دیتا ہے اور وہاں پہنچ کر بعض دفعہ احمدی نادان بھی سمجھ نہیں سکتے کہ کیا بات ہے؟ یہ بہت ہوشیاری سے جواب دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جب غیروں کے ساتھ شدید قسم کا مجادلہ ہو رہا ہو تو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق مومن کے لئے نہ صرف اجازت ہے مومن کو بلکہ اس کے لئے فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیم کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے **خدعہ** سے کام لے۔

آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پر بھی حملے ہوئے۔ اس کثرت سے غیروں نے اس بات کو اچھالا کہ آپ جب پرانے متکلمین کا کلام پڑھتے ہیں تو وہاں یہ بات خاص طور پر آپ کو زیر بحث دکھائی دے گی غیر حملہ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو دھوکہ دہی کی اجازت دی

اور یہ فرما دیا کہ لڑائی میں دھوکے اور فریب سے کام لو، لڑائی میں ایسے ہی ہوا کرتا ہے۔ بعض نادانوں نے تو یہ سمجھ لیا کہ واقعۃً یہی تعلیم تھی اور بعض علماء نے اس کا دفاع فرمایا اور کہا کہ ہرگز یہ تعلیم نہیں تھی اس کا اور مطلب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مناظروں میں جس حکمت عملی سے کام لیا ہے وہ یہی خدعہ ہے مگر اس خدعہ کو سمجھنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کوئی بھی ایسا کلام نہیں فرماتے تھے جس کی بنیاد قرآن میں نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس لفظ خدعہ کی تفصیل فرمادی ہے۔ اور اسی طرف آنحضرت ﷺ کا اشارہ تھا جسے نہ سمجھنے کے نتیجے میں غیروں نے بھی ٹھوکر کھائی اور اپنوں نے بھی غلطی کی یعنی بعض اپنوں نے بھی۔ قرآن کریم فرماتا ہے یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ (البقرہ:۱۰) وہ اللہ تعالیٰ سے خدعہ کرتے ہیں اور یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ کا مطلب ہے اللہ بھی ان سے خدعہ کرتا ہے۔ یقاتلون میں جس طرح ایک فریق نہیں ہوا کرتا بلکہ دو فریق ہوتے ہیں اور دونوں پر قتل کا عمل صادق آتا ہے۔ اسی طرح لفظ خدعہ کا تعلق یہاں صرف غیروں سے نہیں بنتا بلکہ خدا سے بھی بن جاتا ہے۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وہ مخادع کر رہے ہیں یعنی دونوں طرف سے خدعہ ہو رہا ہے۔ منافقین خدا سے بھی خدعہ کر رہے ہیں اور مومنوں سے بھی خدعہ کر رہے ہیں اسی طرح خدا منافقین سے بھی خدعہ کر رہا ہے اور مومن بھی منافقین سے خدعہ کر رہے ہیں۔ اب یہ وہ خدعہ ہے جس کا ذکر آنحضرت ﷺ نے فرمایا الحرب خدعة جب لڑائی ہوتی ہے تو پھر خدعہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ تو کیا خدا فریب کر رہا ہوتا ہے، خدا جھوٹ بول رہا ہوتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ خدا مکر سے کام لے رہا ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس خدعہ کو سمجھنا چاہئے۔ وہ خدعہ جو خدا کرتا ہے وہ اوّل تو خدعہ کے جواب میں ہوتا ہے یعنی فریب کے جواب میں اور دھوکے کے جواب میں۔ وہ مومن اسی طرح کا جو خدعہ کرتے ہیں وہ بھی خدا کے اس خدعہ کے تابع ایک جوابی کارروائی کرتے ہیں اور یہ جوابی کارروائی جھوٹ اور فریب سے پاک ہوتی ہے لیکن دشمن کے خدعہ کو اس پر الٹا دینا اس جوابی کارروائی کی روح ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے جو منافقین سے خدعہ کیا اس کی تشریح قرآن کریم میں بہت سی جگہ پر ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے اس کا یہاں بھی فرما دیا فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ یہ خدعہ تھا۔ ان کے دل میں

مرض تھا وہ سمجھ نہیں رہے تھے اس مرض کو اور خدا نے ان کو اپنے دھوکے میں اس طرح مبتلا کر دیا کہ ان کی لاعلمی میں وہ مرض بڑھتا چلا گیا اور جب وہ بڑھ کر غالب آ گیا ان کی ذات پر تب ان کو پتہ لگا کہ وہ تو بالکل مجبور ہو چکے ہیں۔ یہ خدا کا **خدعہ** ہے جس میں دشمن کی طاقت کو دشمن کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ باہر سے فریب کاری نہیں کی جاتی دشمن کو اپنی ہی حالت میں، اپنی غفلت میں مبتلا رہنے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی بیماری خود اس پر غالب آ جائے۔ اسی قسم کے **خدعہ** کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک روایت سے ملتی ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا دو ہاتھ سے جس طرح ہمارے ہاں ابھی بھی رواج ہے دو ہاتھ سے اور ادب کے اور احترام کے اظہار کے طور پر مصافحہ کیا جاتا ہے اور سر بھی جھکایا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دو ہاتھ سے مصافحہ کیا اسی طرح ادب اور احترام کے رنگ میں اس کے سامنے تھوڑا سا سر بھی جھکایا۔ یعنی سر جھکانے کا ذکر تو نہیں ملتا مگر یہ ذکر ملتا ہے کہ اسی طرح بالکل بعینہٖ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے سلوک فرمایا۔ ایک شخص جو دیکھ رہا تھا اور وہ دوسرے شخص کا حال جانتا تھا اس نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا اس کے جانے کے بعد کہ آپ نہیں جانتے کہ یہ تو بڑا سخت منافق شخص تھا۔ یہ دھوکے سے آپ سے اس طرح کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا میں جانتا تھا جس طرح اس نے مجھ سے کیا میں نے بھی تو اسی طرح اس سے کیا۔ یعنی آپ نے اس کو دھوکہ نہیں دیا آپ نے اس کو اپنے دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر یہ اثر پڑے کہ میں بہت ہی نیک اور مخلص ہوں اور میں دل میں ان کے خلاف کوئی بغض نہیں رکھتا۔ آپ نے بالکل اسی قسم کی کارروائی کو دہرایا ہے جو اپنی طرف سے تو کوئی دھوکا نہیں بلکہ اخلاق کا تقاضا تھا کہ جس طرح کوئی شخص ملے اسی طرح اس سے ملو لیکن جو اثر وہ آپ کی ذات پر پیدا کرنا چاہتا تھا اس کی ذات پر قائم ہوا اور وہ دھوکہ نہیں دے سکا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اس کے دل کا حال جانتے تھے اور اگر مبتلا ہوا تو خود اپنے دھوکے میں مبتلا ہو گیا۔ یہ ہے مومنوں کا **خدعہ**۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جہاں مناظروں میں **خدعہ** سے کام لیا ہے وہاں اسلامی **خدعہ** سے کام لیا ہے۔ اس **خدعہ** سے کام لیا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اور جس سے اللہ کام لیتا ہے اور اس کے بندے کام لیتے ہیں۔ اس بات کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں

بعض دفعہ بعض احمدی بھی ان تحریروں کو پڑھتے ہیں اور پھر بعد میں پوچھتے ہیں کہ اچھا یہ کیا ہوا، یہ کیا ہوا؟ دشمن نے جو چالیں چلیں ان چالوں کو بغیر فریب کے، بغیر دھوکے کے دشمن پر الٹا دینا یہی وہ اسلامی **خدعہ** ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے۔

اور آج کل اس کی ایک نئی شکل عام جسمانی جدوجہد میں بھی ہمیں نظر آنی شروع ہوئی ہے۔ وہ غالباً ہے تو پرانی لیکن آجکل دنیا میں بہت زیادہ معروف ہو رہی ہے وہ مارشل آرٹس کہلاتی ہے۔ چین اور جاپان وغیرہ میں، کوریا اور جاپان وغیرہ میں خصوصیت سے مارشل آرٹس پر بڑا زور دیا جا رہا ہے اور مارشل آرٹس اسلامی اصطلاح میں اس **خدعہ** کو کہہ سکتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے۔ یعنی دشمن کے فریب، دشمن کے حملے، دشمن کی طاقت کو اس کے اوپر الٹا دو۔ خواہ تم کمزور بھی ہو اس صورت میں تم دشمن پر غالب آسکتے ہو۔ چنانچہ جتنا فن آپ کراٹے وغیرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں اس کی بنیاد اسی بات پر ہے کہ دشمن کی طاقت کو اس طرح اس پر الٹاؤ کہ جس طرح آواز کی بازگشت آتی ہے اور باہر سے آتی ہوئی اپنے کانوں کو سنائی دیتی ہے حالانکہ وہ اپنے گلے سے نکلی ہوئی آواز ہوتی ہے اسی طرح دشمن کی طاقت کی بازگشت دشمن کو مغلوب کر دے۔ یہ وہ فن ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے وقت میں ایک نہ صرف کمال دکھایا بلکہ حیرت انگیز معجزے دکھائے۔ اس طرح دشمن کو اس کے اپنے مکر وفریب کے ذریعے مغلوب کیا ہے کہ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرہ:۲۵۹) کے نظارے سامنے آتے ہیں۔ یہ ایک پہلو ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا جو پوری طرح ہماری جماعت کے پیش نظر رہنا چاہئے ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتب کے مطالعہ کے وقت آپ کی ذات سے پوری طرح سے واقف نہیں ہو سکتے۔

دوسرا پہلو ہے بغیر اس مقابلے کے آپ کی اپنی اندرونی شخصیت کو سمجھنا۔ یہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ یہ جو دوسرا پہلو ہے یہ پاک نصیحت والے مجادلے کے ذریعے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے جیسا کہ بیان کیا تھا انبیاء دو طرح سے اپنے مقاصد کو ادا کرتے ہیں۔ ایک غیروں سے مقابلے کی شکل میں اور اس مقابلے کے وقت غیروں کو پھر کئی قسم کے حملوں کا موقع مل جاتا ہے۔ کیونکہ لڑائی لڑائی ہے اس میں مقابلے بھی ہوتے ہیں، اس میں سختیاں بھی ہوتی ہیں، اس میں **خدعہ** سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ جس قسم کی میں نے تعریف کی ہے اس کی روشنی میں۔ اس طرح پھر غیر دوبارہ حملے کرتے ہیں۔

ایک انبیاء اور مرسلین کی شخصیت یہ ہے جو غیروں سے مقابلہ نہیں کر رہی ہوتی بلکہ محض خدا کی ذات کے حسن کو اپنی ذات میں ظاہر کر رہی ہوتی ہے اور منعکس کر رہی ہوتی ہے۔ اس کے کلام سے، اس کی گفتار سے، اس کے کردار سے خدا کے جمال کی شان دکھائی دیتی ہے۔

پس پہلا حصہ جلال سے تعلق رکھتا ہے۔ انبیاء کا دوسرا پہلو جمال سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل شخصیت کو اگر آپ نے سمجھنا ہے تو دشمن کے مقابل پر لڑتے ہوئے نہ دیکھیں بلکہ نیک نصیحت کے ذریعے وہ پاک تبدیلی پیدا کرتے ہوئے دیکھیں جو انبیاء کی آمد کا اوّلین مقصد ہوا کرتا ہے۔ وہ تمام تحریرات جیسی ملفوظات میں ہمیں ملتی ہیں یا آپ کی کتب میں قرآن کریم کے مضامین پر روشنی پڑتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی احادیث کی معرفت کا بیان ہے یا خدا تعالیٰ کی ذات اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی ذات سے محبت کا بیان ہے یا عموماً سادہ الفاظ میں مگر بڑے طاقت ور الفاظ میں پاک نصیحتیں ہیں۔ ان کو آپ پڑھیں تو ایک بالکل نئی شخصیت آپ کے سامنے اُبھرتی ہے۔ وہ اصل انبیاء کی شخصیت ہوا کرتی ہے۔ مقابلے کے وقت کی شخصیت میں دشمن کے ہتھیاروں کا استعمال اور دشمن کی طرز عمل کسی حد تک مقابلے میں منعکس ہونا ضروری ہوا کرتی ہے اور اس کے ذریعے اصلی بنیادی کردار صحیح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ مثلاً ایک جگہ اگر لڑائی میں ایک دشمن یکطرفہ کارروائی کرتے ہوئے کیمیائی ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دے یا جراثیمی ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دے۔ ایسی حکومت جو بنیادی طور پر اس بات کی قائل نہ بھی ہو اس کا اخلاقی معیار اس بات سے بلند ہو کہ کیمیاوی ہتھیار استعمال کرے یا جراثیمی ہتھیار استعمال کرے وہ مجبور ہوگی اپنے دفاع پر۔ پس دشمن کے ہتھیار استعمال کرنے کی بعض دفعہ انبیاء کو ضرورت پیش آتی ہے اور قرآن کریم اس قسم کے دفاع کا حق دیتا ہے۔ ایسی صورت میں ان کی اپنی شخصیت ظاہر نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ دشمن کی شخصیت کے بعض پہلو مجبوراً منعکس ہو رہے ہوتے ہیں۔ دفاعی جنگوں میں ہر جگہ آپ کو یہی چیز دکھائی دے گی لیکن اس کے باوجود ایک فرق ہوتا ہے وہ تو بڑا نمایاں فرق ہے لیکن بعض کمزور انسان اس فرق کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے اس کی وضاحت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مگر بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور تمام دیگر انبیاء کی ایک دوسری شخصیت بھی ہے جو خدا کی صفات کو اپنی ذات میں ظاہر کر کے خدا کی صفات کو اپنی ذات میں سمو کر اس

کی جلوہ گری کی شخصیت ہے۔ وہ آپ انبیاء کے کلام میں دکھائی دیتی ہے، ان کے کردار میں دکھائی دیتی ہے اس میں ملائمت پائی جاتی ہے، اس میں نرمی پائی جاتی ہے، اس میں بادصبا کا سارنگ ہے جو پھول کھلاتی ہے، جو گلستانوں پہ بہار لے آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کو آپ پڑھیں تو بے اختیار دل آپ کی محبت میں اچھلنے لگتا ہے اور بے اختیار انسان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و جمال پر فریفتہ ہونے لگتا ہے۔ اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے اور نئی نسلوں کو خصوصیت سے اس کلام سے روشناس کروانا ضروری ہے۔ ورنہ یہ پہلو اگر نظر انداز ہو گیا تو آپ صحیح معنوں میں اسلام کے حسن کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے اہل نہیں بن سکیں گے۔ مجادلہ تو آپ سیکھ سکتے ہیں ان تحریروں سے جو مناظراتی تحریریں ہیں لیکن دلوں کو فتح کرنے والی اور تحریریں ہیں اور وہ یہی تحریریں ہیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں جہاں پاک، نیک نصیحت ہے۔ جہاں فطرت اپنے طبعی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق کا پیوند اتنا نمایاں طور پر دکھائی دینے لگتا ہے کہ کوئی شخص اگر وہ تعصب سے اندھا نہ ہوا ہو ضرور اس حسن کو دیکھ کر اس سے مرعوب ہو گا۔ اس کے نتیجے میں اس کے دل میں محبت پیدا ہو گی۔

الفضل میں میں جو مطالعہ آج کل کر رہا ہوں اس پہلو سے مجھے سب سے زیادہ حسین چیز یہی دکھائی دیتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اقتباسات کو چن کر پہلے صفحے پر شائع کیا جاتا ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باخدا بنانے والی شخصیت نمایاں ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان اقتباسات کو جو تو ہر جگہ کتابوں میں موجود ہیں لیکن جس عمدگی کے ساتھ انتخاب کیا گیا ہے اس سے تمام دنیا کی جماعتوں کو استفادہ کرنا چاہئے اور جتنی زبانوں میں بھی جماعت احمدیہ کے رسائل یا اخبارات شائع ہو رہے ہیں ان میں وہ اقتباسات شائع کرنے چاہیں۔ کیونکہ وہ انتخاب جہاں تک میں نے غور کیا ہے بہت پُر حکمت انتخاب ہے اور بہت سے ایسے اقتباسات بھی چنے گئے ہیں جو آجکل کے مسائل پر خصوصیت سے روشنی ڈالنے والے ہیں۔ پہلے اگر اس معاملے میں کچھ غفلت ہوئی ہے تو آئندہ سے نہ صرف تازہ اقتباسات کو اپنی اپنی زبانوں میں ترجمہ کر کے اپنے اخبارات میں شائع کرنا چاہئے بلکہ پرانے اقتباسات میں سے بھی اس حد تک

انتخاب کریں جس حد تک آپ اب اپنے رسائل میں ان کو سمو سکتے ہیں اور اس پہلو سے تمام دنیا کی مختلف زبانوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ شخصیت نمایاں کر کے پیش کرنی چاہئے۔ تمام دنیا کے احمدیوں کی تربیت کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ انگریزوں کو حق ہے کہ انگریزی زبان میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ایسے اقتباسات کا ترجمہ ہو، افریقنوں کو حق ہے کہ ان کی زبانوں میں یہ ترجمے ہوں اور یوگوسلاویز کا حق ہے کہ ان کی زبانوں میں ترجمے ہوں غرضیکہ دنیا کی ہر زبان میں اس قسم کے اقتباسات کے ترجمے بہت ضروری ہیں کیونکہ دشمن نے دوسری قسم کی تحریرات پر حملے شروع کئے ہوئے ہیں اور اس پہلو سے دنیا میں غلط فہمی پیدا کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ساری دنیا سے جہاں سے اطلاعیں آرہی ہیں معلوم ہو رہا ہے کہ بعض مسلمان حکومتوں کے روپے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کثرت کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے جہاد پر حملہ ہو رہا ہے اور ان تحریرات کو خصوصیت سے نمایاں کر کے دکھایا جا رہا ہے جن میں درشتی اور سختی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے مقابل پر جب یہ تحریریں احمدیوں کی نظر میں آئیں گی اور وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے پیش کریں گے تو یہ تحریریں اپنی ذات میں ایک دفاع ہیں۔ ان میں اتنی قوت ہے، ایسی گہری صداقت پائی جاتی ہے کہ کوئی انسان جس میں کوئی شرافت کا شائبہ بھی ہو اور حق پرستی سے کوئی تعلق بھی رکھتا ہو وہ ان تحریروں کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کسی نے تکلف سے، جھوٹ سے بنائی ہوئی ہیں۔ ان کے اندر ایک سچائی کا حسن ہے جو اپنی ذات میں ایک چمک رکھتا ہے۔ ہیرے جواہر بھی چمکتے ہیں لیکن وہ دوسری روشنی کی چیزوں سے روشنی پا کر چمکا کرتے ہیں۔ وہ منعکس کرنے والی چیزیں ہیں۔ سچی تحریروں میں ایک ذاتی روشنی پائی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ایسی تحریروں میں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں ایک ذاتی قوت اور ایک ذاتی روشنی پائی جاتی ہے جس کو کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں اپنی ذات میں وہ چمکتی ہے۔

اس پہلو سے ایسی تحریرات کو کثرت کے ساتھ احمدیوں میں روشناس کروانا، نئی نسلوں میں روشناس کروانا اور پھر احمدیوں کے ذریعے غیروں میں روشناس کروانا موجودہ دور کی حکمت عملی کا اوّلین تقاضہ ہے۔ آپ کے سامنے الفضل کی ساری تحریریں تو پڑھنی ممکن ہی نہیں لیکن الفضل نے خود بھی تو بہت تھوڑے سے انتخابات کئے ہوئے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی

ملفوظات جو کئی جلدوں پر پھیلی پڑی ہیں ان کا آپ مطالعہ کر کے دیکھیں ایک ایک صفحے پر آپ کو ایسی حیرت انگیز چکا چوند کرنے والی سچائی کی روشنیاں دکھائی دیں گی اور دلوں کو مغلوب کرنے والی اور اپنی محبت میں مبتلا کرنے والی تحریریں ملیں گی کہ کوئی شریف فطرت انسان ان کو پڑھنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ فیصلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا کی طاقت سے بولنے والا انسان ہے اس کی روح کو خدا کی روح سے پیوند ہے اور یہ دنیا کا انسان نہیں ہے جس کی زبان سے یا جس کے قلم سے یہ کلام جاری ہو رہا ہے۔ایک صرف تحریر میں پڑھتا ہوں۔کس رنگ میں آپ نے باریک بینی کے ساتھ ہمیں اپنے نفس کی طرف اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور ایک صاحب عرفان انسان ہی ایسی باتیں لکھ سکتا ہے۔ایک جھوٹے کو یہ توفیق نہیں مل سکتی کہ اپنی خوابوں میں بھی ایسی باتیں سوچے۔آپ فرماتے ہیں:

”نفس تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک نفس امّارہ، ایک لوّامہ اور تیسرا مطمئنہ۔پہلی حالت میں تو صُمٌّ بُكۡمٌ ہوتا ہے۔کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا کہ کدھر جا رہا ہے۔امّارہ جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔“ (ملفوظات جلد سوم صفحہ:۸۱)

اب آپ دیکھیں کہ دنیا کے اکثر انسانوں کی یہی حالت ہے۔وہ دنیا طلبی میں، دنیا کی لذتوں میں ان کے حصول میں ایسا محو، ایسا گم ہے کہ ان کو کبھی خیال بھی نہیں آتا کہ ان کی زندگی کیسی بسر ہو رہی ہے، کیوں بسر ہو رہی ہے، کون سا ان کا رخ ہے، کس جہت میں آگے بڑھ رہے ہیں؟ وہ اپنی ذات کی فوری ضروریات میں محو اور ان ضروریات کے حصول کے لئے کوشاں اور دنیا طلبی سے اس قدر مغلوب ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کو گردوپیش کی کسی انسانی جذبے کی ہوش ہی نہیں رہتی۔تمام زندگی ان کی مطلب پرستی میں گزر رہی ہوتی ہے اور ان کو پتا ہی نہیں لگتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔جھوٹ بولتے ہیں تو اپنے جھوٹ کا پتا نہیں لگتا۔بدکرداری کر رہے ہوتے ہیں تو بدکرداری کا پتا نہیں لگتا۔ظلم اور تعدی سے کام لے رہے ہوتے ہیں اس کی ہوش نہیں ہوتی۔آپ فرماتے ہیں ان کی حالت صُمٌّ بُكۡمٌ کی ہوتی ہے۔اب آپ دیکھیں صُمٌّ بُكۡمٌ میں آپ نے اس پہلو پر کتنی عظیم الشان روشنی ڈال دی کیونکہ آپ نے یہ قرآن کریم سے مستعار لی ہے اصطلاح۔قرآن کریم ایسے لوگوں کے متعلق جن پر کوئی نصیحت اثر نہیں کر سکتی جو اپنی بدکرداریوں پر پختہ ہو چکے ہوتے ہیں فرماتا ہے

صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ۙ (البقرہ:۱۹) یہ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ ہیں۔ یہ بہرے اور گونگے اور اندھے ہو چکے ہیں۔ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ یہ نہیں لوٹیں گے۔ بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ قیامت کے دن یہ خدا کے سامنے نہیں جائیں گے حالانکہ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ ہر چیز خدا کی طرف لوٹائی جائے گی۔ يَرۡجِعُوۡنَ سے یہاں مراد ہدایت کی طرف لوٹنے کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ نور اور روشنی کی طرف لوٹائے نہیں جائیں گے۔ ہر چیز دراصل نور سے نکلی ہے۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اپنی اس فطرت کی پاکیزہ حالت کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے یہ مراد ہے۔ پس صُمٌّۢ بُكۡمٌ کہہ کر آپ نے اس ساری حالت کا نقشہ کھینچ دیا ان لوگوں کا جو نفس امارہ کے غلام ہوتے ہیں۔

اب آج کل کے علماء کو دیکھ لیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور جماعت احمدیہ پہ حملے کرتے ہیں۔ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے سب جانتے ہیں کہ سراسر جھوٹ سے کام لے رہے ہیں۔ ہر احمدی کے اوپر جو مقدمہ بنایا جاتا ہے وہ سارا جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے، تمام گواہیاں جھوٹی ہوتی ہیں اور تمام قصہ ہی جھوٹ کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے احمدی جو اس موقع پر موجود ہی نہیں ہوتے جو جہاں کوئی جرم ہوا ہے یا جہاں کوئی واقعہ گزرا ہے ان کو دور دور نزدیک سے سمیٹ کر اس جگہ حاضر کر دیتے ہیں اپنے بیانات میں اور جانتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں اور اس کے باوجود مباہلے کر رہے ہیں کہ ہم سچے ہیں اور تم جھوٹے ہو۔ دن رات جھوٹ بول رہے ہیں پتا ہی کچھ نہیں۔ یہ حالت اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتی کہ صُمٌّۢ بُكۡمٌ ہو۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دو لفظوں میں ان کے سارے نقشے کھینچ دیئے۔ ان بیچاروں کو اپنی حالت کی خبر ہی کوئی نہیں۔ جو مرضی کرتے پھریں، قوم برباد ہو رہی ہے، ہر قسم کی برائیوں کا شکار ہو رہی ہے، جھوٹ، زنا، فساد، ظلم، سفاکی، ایک دوسرے کو قتل کرنا، بچوں کا اغواء کرنا یہ ساری چیزیں ہو رہی ہیں لیکن اگر آنکھیں ہی نہ ہوں دیکھنے والی یا کان سننے والے نہ ہوں تو کسی آدمی کو کیا پتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ جہاں تک علماء کا تعلق ہے ان کا یہی حال ہے۔ کوئی ردّعمل نہیں، بالکل خاموش اس طرح زندگی گزار رہے ہیں جس طرح وہاں کچھ ہو ہی نہیں رہا صرف احمدیت ہو رہی ہے اور کچھ نہیں ہو رہا پس ان لوگوں کو آپ کیا ہدایت دیں گے۔ یہ نفس امّارہ کے پوری طرح غلام بن چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس

کے بعد فرماتے ہیں:

’’کچھ معلوم اور محسوس نہیں ہوتا کہ کدھر جارہا ہے۔ امّارہ جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے‘‘

اپنے نفس کے غلام بنے ہوئے، اس کے ہاتھ میں نوکیلیں دیئے ہوئے، جدھر وہ چاہتا ہے ان کو ہانکی پھرتا ہے اور کچھ پتا ہی نہیں لگتا ان کو۔

’’اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو معرفت کی ابتدائی حالت میں لوّامہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ اور نیکی میں فرق کرنے لگتا ہے۔ گناہ سے نفرت کرتا ہے مگر پوری قدرت اور طاقت عمل کی نہیں پاتا۔‘‘

یہ وہ حالت ہے جس پر مومنین اپنی ابتدائی حالت میں پائے جاتے ہیں اور جماعت احمدیہ کی اکثریت کی میں یہی حالت دیکھ رہا ہوں۔ یہ نہیں کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکے ہیں سب سے پہلی نعمت جو احمدیت عطا کرتی ہے وہ اپنے نفس کا شعور ہے۔ کثرت کے ساتھ لکھوکھہا کی تعداد میں ایسے احمدی موجود ہیں جو باوجود اس کے کہ بعض پہلوؤں سے گناہوں میں ملوث ہیں لیکن گناہ کا شعور پیدا ہو چکا ہے اور اپنے نفس کی معرفت کا شعور پیدا ہو چکا ہے۔ بے چین رہتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان گناہوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔ دعائیں کرتے ہیں اور دعاؤں کے لئے خط لکھتے ہیں۔ یہ لوّامہ کی کیفیت ہے جو خوش نصیبوں کو ملا کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایک دوسری جگہ کہ تم نے احمدیت میں داخل ہو کر جو پایا ہے وہ یہ نہیں پایا کہ تم ہر طرح سے روحانیت سے سیراب ہو چکے ہو بلکہ احمدیت تمہیں اس شفاف چشمے کے کنارے پر لے آئی ہے جہاں اگر تم آگے قدم بڑھاؤ اور ہاتھ آگے بڑھا کر چلو بھر بھر کر پانی پینا چاہو تو تمہیں اس بات کی توفیق مل چکی ہے لیکن یہ تمہیں خود کرنا ہوگا۔ اس لئے یہ نفس لوّامہ پیدا کرنا یہ ایمان کا پہلا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے جماعت کی بھاری اکثریت کو نفس لوّامہ عطا ہو چکا ہے لیکن لوّامہ ایک ایسا نفس نہیں جس پر آپ ٹھہرے رہیں اور اس پر ٹھہرنے کے نتیجے میں آپ کا مستقبل محفوظ ہو سکے۔ یہ ایک سفر کی عارضی منزل ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''مگر پوری قدرت اور طاقت عمل کی نہیں پاتا۔ نیکی اور شیطان سے ایک قسم کا جنگ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ کبھی یہ غالب ہوتا ہے اور کبھی مغلوب ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ وہ حالت آ جاتی ہے کہ یہ مطمئنہ کے رنگ میں آ جاتا ہے پھر گناہوں سے نری نفرت ہی نہیں ہوتی بلکہ گناہ کی لڑائی میں یہ فتح پالیتا ہے اور ان سے بچتا ہے اور نیکیاں اس سے بلا تکلف صادر ہونے لگتی ہیں۔ پس اس اطمینان کی حالت پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے لوّامہ کی حالت پیدا ہو اور گناہ کی شناخت ہو۔ گناہ کی شناخت حقیقت میں بہت بڑی بات ہے جو اس کو شناخت نہیں کرتا اس کا علاج نبیوں کے پاس نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ:۸۲)

کیسا عظیم کلام ہے، کیسا عارفانہ کلام ہے۔ کوئی شریف النفس دنیا کا انسان اس تحریر کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ کسی دجال کی تحریر ہے، خدا پر جھوٹ بولنے والے کی تحریر ہے۔ قرآن کی گہری معرفت کے نتیجے میں یہ تحریر پیدا ہوئی ہے۔ اس کی جڑیں قرآن میں پیوستہ ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے جو فرمایا صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ، سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (البقرہ:۱۹) یہاں آنحضرت ﷺ کو مخاطب فرما دیا۔ فرمایا اے محمدؐ! جو نبیوں کا سردار ہے جس سے بڑی نبوت کسی کو عطا نہیں ہوئی یہ جو صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ لوگ ہیں تیرے لئے برابر ہے چاہے ان کو نصیحت کر چاہے نہ نصیحت کر یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ نبیوں کے پاس ان کا علاج نہیں اس کی بنیاد قرآن کریم میں ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ نبیوں کے سردار کے پاس بھی ان کا علاج نہیں۔ جب تک اس حالت سے نکل کر لوّامہ کی حالت میں نہیں آتے اس وقت تک کوئی علاج ممکن نہیں ہے اور لوّامہ کی حالت میں آنے سے پہلے اپنے نفس کی بیداری ضروری ہے۔ اپنے گناہوں کا شعور ضروری ہے۔ فرمایا جو اس کو شناخت نہیں کرتا اس کا علاج نبیوں کے پاس نہیں ہے۔ نیکی کا پہلا دروازہ اسی سے کھلتا ہے کہ اوّل اپنی کورانہ زندگی کو سمجھے اور پھر بُری مجلس اور بُری صحبت کو چھوڑ کر نیک مجلس کی قدر کرے۔ اپنی بد حالت کو پا تو لے کہ ہے کیا، اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنا شروع کرے اور جب یہ شروع کرے گا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بڑی لمبی منازل ہیں اس سفر میں۔ ایک تہہ کے نیچے

دوسرے گناہ کی تہہ نظر آئے گی دوسرے گناہ کے نیچے تیسرے گناہ کی تہہ نظر آئے گی۔ظلمات کے پردے دکھائی دیں گے جو انسان کے نفس پر پڑے ہوئے تھے۔پس جس کو خدا عُمیؑ کہتا ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ایک ہی پردہ ہے آنکھ پر جس کو آپ اُتار کر پھینک دیں تو نظر روشن ہو جائے گی۔عملاً بہت سے پردے ہوتے ہیں اور ہر عارف باللہ اس مضمون میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے تو اس کی نظر تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کے ایک پردے کے پیچھے جب اس کو دوسرا اندھیرے کا پردہ دکھائی دیتا ہے تو پھر اس کو دور کرتا ہے۔پھر وہ تیسرے پردے کو دور کرتا ہے یہاں تک کہ بالآخر تمام پردے جب صاف ہو جائیں تو وہ نفس مطمئنہ پانے والا وجود بن جاتا ہے۔کامل روشنی کا وجود پھر اس کی آنکھ کے سامنے کوئی میل باقی نہیں رہتی۔فرمایا:

”پھر اوّل اپنی کورانہ زندگی کو سمجھے اور پھر بُری صحبت کو چھوڑ کر نیک مجلس کی قدر کرے“

یہ ایک بہت ہی ضروری بات ہے احمدیوں کے لئے جب ان کے دل میں پاک تبدیلی پیدا ہو تو وہ لوگ جن کے دل میں پاک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی طبعی طور پر ان کو چھوڑتے ہیں۔ان کی مجلسوں میں ان کو لطف نہیں رہتا۔جب اپنی حالت گندی ہوتی ہے اور جہالت کی ہوتی ہے تو ایسی بد مجلسوں سے وہ لطف اٹھاتے ہیں جہاں تنقیدیں ہو رہی ہیں جہاں تمسخر ہو رہے ہیں، جہاں ٹھٹھے ہو رہے ہیں۔پاک لوگوں پر گندی زبانیں کھولی جارہی ہیں وہ بیٹھے رہتے ہیں مزے سے سنتے رہتے ہیں۔جب اپنے نفس کا حال ان پر روشن ہونے لگتا ہے، اپنی گندگیوں سے آگاہ ہونے لگتے ہیں تو گناہ سے وہ نفرت پیدا ہوتی ہے جو ان کے اندر نیا شعور پیدا کر دیتی ہے پھر یہ مجلسیں ان کو اچھی نہیں لگتیں، تکلیف دینے لگ جاتی ہیں کیونکہ اپنے اندر بھی وہ ایسی ہی کمزوریاں پا رہے ہوتے ہیں جیسے کمزوریوں پر دوسرے ٹھٹھہ اُڑاتے ہیں۔

”اس کا یہی کام ہونا چاہئے کہ جہاں بتایا جائے کہ اس کے مرض کا علاج ہوگا وہ اس طبیب کے پاس رہے اور جو کچھ وہ اس کو بتاوے وہ اس پر عمل کرنے کے لئے ہمۃً تیار ہو۔دیکھو بیمار جب کسی طبیب کے پاس جاتا ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ طبیب کے ساتھ ایک مباحثہ شروع کر دے بلکہ اس کا فرض یہی

ہے کہ وہ اپنا مرض پیش کرے اور جو کچھ طبیب اس کو بتائے اس پر عمل کرے۔
اس سے وہ فائدہ اٹھائے گا۔ اگر اس کے علاج پر جرح شروع کردے تو فائدہ
کس طرح ہوگا۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ:۸۳)

پس یہ ایک پہلو ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ہمارے سامنے کھولا ہے لیکن اس مضمون پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے اور کئی قسم کے علاج ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی تحریروں کا مطالعہ کریں جن میں آپ بغیر کسی مدمقابل کے نفس امّارہ کو مدمقابل رکھ کر پاک نصیحتوں کے ذریعے ہمارا علاج کرتے ہیں اور آپ کا سچا، اندرونی، فطری حسن بے اختیار چھلکنے لگتا ہے ان تحریروں سے اور ہر سعید فطرت انسان اس قطعی یقین تک پہنچ جاتا ہے کہ یہ شخص خدا کی زبان سے کلام کرنے والا ہے۔ اس کا پیوند خدا کی ذات سے ہے۔ ان تحریروں کو پڑھ کر آپ نے اور آپ کی اولاد میں نئی پاکیزگی پیدا ہوگی اور بدیوں سے مقابلے کی نئی طاقت عطا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔